ڈاکٹر رابعہ سرفراز
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

جمالیات کیا ہے

Aesthetics is a study of beauty and taste.We are trying to understand beauty and its components through this article. Allah Almighty likes beauty and this is reflected in His creations. As in the Holy Quran, in surah Al-Jin, He says that," He has created man in the best of moulds". Beauty is not what we see, it actually lies in the eyes of the beholder.

جمالیات کیا ہے؟

جمالیات حسن اور ذوق کے مطالعہ کا نام ہے۔ یہ حسیاتی ادراک کی ایک صورت اور ایک ایسا نظریہ ہے جسے بہت آسانی کے ساتھ سادہ خیالات میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم کسی ایسی چیز کے بارے میں کوئی بات کرتے ہیں جو جمالیاتی تجربے کا باعث ہوتی ہے تو درحقیقت ہم فن کی کسی جہت کے بارے میں بات کرتے ہیں لیکن جب ہم فن کے بارے میں کوئی بات کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم لازماً جمالیات کے بارے میں ہی بات کررہے ہیں۔ یہ دونوں مترادف چیزیں نہیں ہیں۔ تمام فن پارے جمالیاتی حس تخلیق نہیں کرتے مثلاً جب ہم کسی پینٹنگ کو دیکھ کر یہ سوچتے ہیں کہ ہم اس کی کتنی قیمت ادا کرسکتے ہیں' جمالیات کی بات ثانوی ہوجاتی ہے۔

قرآن حکیم نے حسن کی تشریح اس پیرائے میں کی ہے:

اَلَّذِی اَحسَنَ کُلَّ شَيٍ خَلقَه (۱)

وہ (خالقِ مطلق) جس نے جو چیز بھی بنائی حسین ہی بنائی

وَ صَوَّرَ کُم فَاَحسَنَ صُورَکُم (۲)

اور تمھاری صورتیں بنائیں تو نہایت حسین صورتیں بنائیں۔

اَللّٰہ نُورُالسّمٰوٰتِ وَالاَرضِ (۳)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔

اور یہ نور جب کسی تخلیق میں ظاہر ہوتا ہے تو اسے حسین وجمیل بنادیتا ہے۔

لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیم (۴)

بلاشبہ ہم نے انسان کی فطرت یا باطن کو بہت ہی حسین بنایا ہے۔

جمالیاتی مطالعے میں یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ کچھ چیزیں مثبت جبکہ کچھ منفی ردِعمل کا موجب کیوں بنتی ہیں۔ جمالیاتی تجربات کہاں اور کیسے تخلیق ہوتے ہیں؟ یہ بھی ایک اہم اور دلچسپ سوال ہے۔ جمالیاتی موضوع ذہنی فلسفے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ یہ ان باتوں کو دیکھتا ہے کہ ہمارے ذہن اور شعور کے مختلف گوشے کیوں اور کیسے کام کرتے ہیں؟

جمالیات کے بنیادی سوالات مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً

زندگی کیسی ہونی چاہیے؟

حسن کیا ہے؟

ہمیں کچھ چیزیں حسین کیوں نظر آتی ہیں؟

سقراط کے نزدیک محبت اپنی خیر یا بھلائی کو ہمیشہ ہی اپنے اختیار میں رکھنا چاہتی ہے یہی وجہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اسی باعث انسان دائمی شہرت کی تمنا بھی رکھتا ہے۔ اس خواہش کا یہیں پر خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ یہ اس سے ارفع صورتوں میں اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ خوبصورت اجسام سے گزر کر حسین روحوں تک پہنچتی ہے اور پھر اُس حسن تک جو معاشرے کے قوانین اور اداروں کی تشکیل میں اہمیت کا حامل ہے۔ حُسن کا ارفع مقام روح کی فطری خواہش کی تشفی کرتا ہے۔ یہ مطلق اور بے نیاز حسن کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر دیگر تمام چیزوں کے بڑھنے اور فنا ہونے والے حُسن میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک اثر پیدا کرنے کی صلاحیت حسن ہے اور اثر نہ پیدا کرسکنے کی صلاحیت بدصورتی ہے۔ علم تمام چیزوں میں سب سے زیادہ حسین ہے اور جہل بدصورتی ہے۔ سقراط کے بقول

''۱۔ حسنِ مطلق ہی اصل حقیقت ہے اور جن چیزوں کو ہم خوبصورت کہتے ہیں وہ اسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

۲۔ حسنِ مطلق قائم بالذات، ناقابلِ تغیر، حی و قیوم اور بے مثل و عدیل ہے۔

۳۔ حسنِ مطلق ہی تمام محاسن اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

۴۔ حسنِ مطلق کے مشاہدہ و ادراک کا نام ہی علم ہے۔ یہ علمی خیر ہے اور یہی حیاتِ انسانی کا مقصودِ حقیقی ہے۔'' (۵)

ارسطو حسن پیدا کرنے کے لیے قد و قامت اور اعضا و جوارح کے تناسب کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک حسن قد و قامت اور اعضا کے صحیح تناسب میں ہے اور اسی لیے طویل نظم یا ڈرامے میں پلاٹ کی ہیئت بھی اہمیت کی حامل ہے۔

''اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ پلاٹ ایسا ہونا چاہیے جسے یاد رکھا جاسکے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہیئت پیچیدہ اور طویل نہ ہو۔'' (۶)

جب علم تمام چیزوں میں حسین ترین ٹھہرا تو پھر انسان کا وہی فعل حسین ترین ہوسکتا ہے جو عقل کے تابع ہے لیکن افلاطون کے

یہاں عقل چونکہ مادی عقل سے مختلف ہے، محسوسات سے آزاد ہے اس لیے وہ ایک گونہ مادی اشیا کے حسن کو تو تسلیم کرتا ہے جو مفیداور روحانی اعتبار سے راحت بخش ہیں لیکن انھیں حقیقی حسن تک پہنچنے کا ایک زینہ تصور کرتا ہے اور چونکہ انسان اس حقیقی حسن تک مادی عقل کے ذریعے حسیات کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا بلکہ وجدان کے ذریعے اس لیے وہ ادبی تخلیق میں وجدان، سرمستی اور ہوش ربائی یا الہامی کیفیت کا قائل ہے۔

افلاطون کے لیے خیراور حسن ایک ہی چیز کا نام ہے لیکن ارسطو خیر و حسن کو دوالگ الگ چیزیں بتاتا ہے۔

> ''خیراور حسن دو مختلف چیزیں ہیں۔اول الذکر کا اطلاق ہمارے کردار کے ساتھ ہوتا ہے لیکن آخرالذکران چیزوں میں بھی ملتا ہے جو متحرک نہیں ہیں۔حسن کی بنیادی خصوصیات نظامِ تناسب اور تعین ہے۔''(۷)

ارسطو کا کہنا ہے کہ بدصورت چیزوں کی تصویر کشی بھی حسین چیز ہے۔عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ارسطو نے ہر قسم کی تصویر کشی کی اجازت دی ہے اور حسن کا معیار یہ ہے کہ وہ اصل سے قریب ہو لیکن ارسطو نے شاعری اور حقیقت کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے یہ کلیہ برآمد نہیں ہوتا۔ارسطو شعر وادب کو تخلیقی شے سمجھتا ہے۔وہ ادب کو جامد اور ساکن اشیا کی مصوری نہیں بتاتا بلکہ ادب کو ایک حرکی قوت تسلیم کرتا ہے۔

ورجل Vergil نے اپنے اشعار میں کائنات کے جمال و جلال کے گیت گائے ہیں۔اس کی جمالیاتی خدمت یہ ہے کہ اس نے لوگوں کی جمالیاتی حس بیدار کرنے کے لیے انھیں حسنِ کائنات سے محبت کی ترغیب دی ہے۔

جمالیاتی حوالے سے پلوٹارک Plutarch کا اجتہاد بھی اہم ہے۔وہ یہ کہ جو شے حقیقت میں بدصورت ہے کیا وہ فن میں خوبصورت بن سکتی ہے؟ پلوٹارک کے نزدیک بدصورت شے فن میں کبھی خوبصورت نہیں بن سکتی لیکن اگر نقل بمطابق اصل ہو تو قابلِ تعریف ضرور ہوتی ہے۔اگر بدصورت شے کی تصویر خوبصورت ہوگی تو وہ نہ تو موزوں ہوگی اور نہ ہی اصل کے مطابق۔۔۔حسین ہونا اور خوبی کے ساتھ نقل کرنا دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

لون جائینس فن میں جلال کو حسن قرار دیتا ہے۔اس کے نزدیک زندگی کا مقصد فطرت کی عظیم الشان اور جلیل تخلیقات کی ستائش اور خود بھی اسی قسم کے فن پاروں کی تخلیق ہے۔اس نے جمال کو نظرانداز کرتے ہوئے اسے حسن کی صفت تک نہیں سمجھا جبکہ جلال و جمال دونوں ہی حسن کی صفتیں ہیں اور درحقیقت ''جلال'' بغیر ''جمال'' کے ادھورا ہے۔

فلوطینس کے نزدیک اس شخص کا ذہن بڑا ہی کُند، سست رفتار اور جوش و حرکت کے اثرات سے عاری ہے جو اس حسّیہ دنیا کے خوبصورت مظاہر، تنظیم و تناسب اور ستاروں کی ہیئت سے غیر متاثر رہتا ہے اور انھیں دیکھ کر ان سے زیادہ متحیر کن طاقت کا احترام نہیں کرتا۔

> ''حسین چیزوں سے محبت، یہ چیز شاعر کو اوپر اُٹھاتی ہے''(۸)

فلوطینس کہتا ہے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی شمولیت سے ایک جسم حسین معلوم ہوتا ہے۔وہ کہتا ہے اس کا ایک عام جواب تو یہ ہے کہ اعضا یا حصوں کے آپس کے رشتوں اور کُل کے رشتوں میں ایک مخصوص تناسب ہوتا ہے اور اگر اس میں رنگ کا اضافہ

کر دیا جائے تو وہ چیز ہماری نظر کو حسین معلوم ہوگی۔اس نظریہ کی بنیاد پر کوئی بھی چیز اپنی کلی ہیئت ہی میں حسین معلوم ہوسکتی ہے ۔ ہر حصہ اپنی جگہ پر الگ الگ طور سے حسین نہیں ہوتا بلکہ اس تناسب کی وجہ سے حسین معلوم ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ کُل کو حسین بناتا ہے لیکن اگر کُل حسین ہے تو اجزا بھی حسین ہیں کیونکہ کُل کا حُسن بدصورت اجزا مرتب نہیں کر سکتے اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حسن کا تصور تناسب سے ماورا ہے اور متناسب چیزیں اور اسباب کی بنا پر حسین معلوم ہوتی ہیں کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں جو تناسب کی وجہ سے نہیں بلکہ رنگ کی وجہ سے حسین معلوم ہوتی ہیں مثلاً سونا یا اندھیری رات میں بجلی کی چمک وغیرہ۔فلوطینس کا کہنا ہے کہ حسن مادے میں عقل کے اظہار کا نام ہے جو ربّانی ہے۔حسن دریافت کرنے کی ایک مخصوص صلاحیت ہوتی ہے جو خالص روحانی ہے:

"After considering other theories of what beauty is, Plotinus concludes that it is formal Unity. When diverse or similar parts are unified by one form, the Soul recognizes and takes pleasure in the form of Unity. This may happen when we view a painting or a sculpture, listen to a piece of music, or follow an elegant mathematical proof. In all these cases, we are drawn toward Unity, and the form of Beauty Itself. We must get there by stages: like people emerging from a dark cave into sunlight, we must become accustomed to the light. In the following passage, Plotinus combines ideas from Plato's allegory of the Cave with themes from the Symposium:

Like anyone just awakened the soul cannot look at bright objects. It must be persuaded to look first at beautiful habits, then the works of beauty produced not by craftsmen's skill but by the virtue of men known for their goodness, then the souls of those known for beautiful deeds . . . Only the mind's eye can contemplate this mighty beauty . . . So ascending, the soul will come to Mind . . . and to the intelligible realm where Beauty dwells" (9)

تھامس رِیڈ کے نزدیک حسن ایک مضوع شے ہے جو اظہار میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

ولیم ٹامسن نے حسن کے چھے بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔

ا۔ تناسب یا موزونیت کا حسن   ب۔ شکل کا حسن

ج۔ خطوط کا حسن   د۔ رنگوں کا حسن

ہ۔ بوقلمونی کا حسن   و۔ لطافت کا حسن

ہر خوبصورت شے ان میں سے کسی ایک خصوصیت کی حامل ضرور ہوگی ورنہ وہ خوبصورت نہیں ہوگی اور جس میں یہ تمام

اوصاف موجود ہوں گے وہ درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہوگی۔

جمالیات کے حوالے سے جرمن فلاسفر Immanuel Kant, کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے جس نے جمالیات کو ایک جداگانہ تجربے کے طور پر متعارف کرایا۔ Immanuel Kant نے اپنی کتاب Critique of Judgment میں جمالیات اور فنونِ لطیفہ کے حوالے سے خصوصی گفتگو کی ہے۔درج ذیل اقتباس دیکھیے:

"Since all fine art(indeed,all art in general) involves the concept of purpose,all beauty in fine art is fixed beauty and hence judgments about this beauty are "logically conditioned"(AK.312)because we are also judging how perfect the object is in terms of that purpose(AK.311).But although the artist is thus proceeding by an intention (the intention to produce an object in accordance with the concept he has of it) the intention must not show in the work :the work must look like nature even though we are aware that it is art (AK.306-07).In other words ,beauty in art is the same beauty as beauty in nature ,except that it is restricted to the concept of the things purpose.By the same token,nature is beautiful if it also looks like art:the beauty of nature is not fixed,however,because nature,as judged in aesthetic reflective judgments,only"look like" art,and we do not judge that it is art."(10)

کانٹ کا جمالیاتی نظریہ مکمل نہیں ہے۔اس کے باوجود وہ ایسا مفکر ہے جس نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے علمائے جمالیات کو دعوتِ فکر کے ساتھ ساتھ جمالیاتی تصورات کو جدید رنگ روپ دینے کے لیے قابلِ قدر کام کیا۔اس کا کہنا ہے کہ حسن چاہے فن کی صورت میں ہو یا فطرت کی۔۔۔''اظہار''ہوتا ہے اور اظہار تقریر کے مترادف ہے۔اس نے''اظہار'' کے تین لازمی عناصر بیان کیے ہیں:**لفظ٬اشارت اور لہجہ**۔اسی لیے وہ لطیف فنون کو تقریر٬صورت اور احساس انگیز تمثیل کے فنون میں تقسیم کرتا ہے اس نے فنونِ لطیفہ کی جمالیاتی قدروں میں شاعری کو پہلا درجہ دیا ہے۔

شلر حُسن کو ایسی تجریدی قوت قرار دیتا ہے جو حسیات سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔اس کے خیال میں حسن اپنی مطلق حیثیت میں حسیات سے بے نیاز ہوتا ہے لیکن اضافی حوالے سے حسیات کا پابند ہے۔اسی وجہ سے وہ حسن کو نہ تو مکمل معروضی سمجھتا ہے اور نہ ہی مکمل موضوعی۔اس نے اپنے تصورِ حسن کی بنیاد ایسی معروضیت پہ رکھی ہے جو ہمارے حواس و قلب سے تعلق رکھتی ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے بقول:

''میرے نزدیک شلّر کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے نہ صرف کانٹ کی موضوعیت کے نقص کو معلوم کر کے

معروضیت سے اسے دُور کرنے کی کوشش کی بلکہ تنہا معروضیت میں بھی اسی نقص کو محسوس کیا اور حُسن کا ایک ایسا معروضی نظریہ پیش کیا جو ایک اعتبار سے موضوعیت کا بھی حامل ہے۔''(۱۱)

گوئٹے نے فن کی صداقت, حسن اور کمال کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے۔اُس کی رائے میں حسن, فن کو زندگی اور حرارت بخشتا ہے اور اعلیٰ وارفع فن میں لطافت پیدا کرتا ہے۔اسی طرح فن حسن کی اختلاط انگیز قوت کے ذریعے انفرادی بنتا ہے۔

کراؤزے کی رائے میں کوئی بھی شے اس لیے خوبصورت ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقتاً ایسی ہی ہوتی ہے ۔فطرت کے ارتقائی مراحل میں حسن کا ایک ایسا سلسلہ موجود ہے جو خدا کے حسن تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے اور یہ کہ ہمارے لیے وہی شے خوبصورت ہوتی ہے جو ہماری عقل کو فطرتی قانون کے مطابق موثر طریقے سے مشغول کرتی ہے اور ہمیں طمانیت عطا کرتی ہے۔

ہیگل فن کی افادی مقصدیت کا حامی ہے ۔اس کے خیال میں یہ بہت بری علامت ہے کہ کوئی فن کار زندگی کے مقصد کی بجائے مجرد تصورات کی خاطر اپنی تخلیقی فعلیت شروع کردے۔فن کا مقصد صداقت پیش کرنے میں ہی مضمر ہوتا ہے اور اس کے سوا ہر دوسرا مقصد کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

شیلنگ کی رائے میں حسن نہ محض عالم گیر ہے اور نہ ہی محض حق ہے ۔یہ ان دونوں کی جامع تفسیر ہے وہ صداقت،نیکی اور آزادی کو حسن کے مضمرات قرار دیتا ہے اور تصورات کو دیوتا قرار دیتا ہے جن کا جوہر اور قیام بالذات اللہ تعالیٰ کی مانند ہے۔ وہ تخیل کو ایسا ملکہ کہتا ہے جس کا عقل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور وہ واہمہ سے مختلف ہے۔اس نے تخیل کو فن کا عقلی وجدان قرار دیا ہے۔

شوپن ہار کے فلسفہ کے مطابق تمام جہان کُل کے ساتھ انفرادی ''ارادہ'' یا ''تصور'' کی معروضیت ہے ۔یہ تصور دیگر تمام تصورات سے ایسا تعلق رکھتا ہے جیسے ہم آہنگی ایک تفریدی یا اکیلے آہنگ سے۔ارادوں کی کشمکش سے نجات دلا کر بلند کرنے کی سب سے زیادہ قوت موسیقی میں پائی جاتی ہے ۔موسیقی دوسرے فنون کی طرح تصورات کی نقالی نہیں ہے بلکہ یہ خود ''ارادے'' کی نقالی ہے جو انسان کو ابدی،متحرک اور کوشاں ارادے دکھاتی ہے تاکہ وہ اپنی کوششوں کا ازسرِ نو آغاز کرسکے۔یعنی جس طرح موسیقی مختلف نغموں کی ہم آہنگی سے جمالیاتی حس کی تشفی کرتی ہے بالکل ویسے ہی فن کی ہر صنف اپنے عناصرِ ترکیبی کی وحدت سے ہمیں حظ پہنچاتی ہے۔

ہربرٹ اسپنسر انسانی چہرے کے حُسن کو اخلاقی نیکی کا اثر اور نشان قرار دیتا ہے۔اس کے نزدیک تخلیقی فعلیت جتنی کم سعی و کاوش کی مرہونِ منت اور جتنی برجستہ ہوگی ،اس میں اسی قدر زیادہ حسن ہوگا۔وہ جمالیاتی لذتوں کو تین اقسام میں بیان کرتا ہے۔**انفعالی،ادراکی اور جذباتی** ۔مکمل جمالیاتی لذت کی صورت وہ ہے جو ان تینوں اقسام کے باہمی اشتراک سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔

وائٹ ہیڈ کے نزدیک جب سچا حُسن،حقیقت کے ساتھ نمود کی مطابقت حاصل کرلے تو فن اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے ۔فن اگر حال کے نفع کی خاطر مستقبل کی حفاظت سے غفلت برتتا ہے تو اس رویے سے اس کا حسن کمزور ہوجاتا ہے لیکن بہرحال کسی فوری ماحاصل کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور کائنات کا مفاد غیر یقینی التوا میں مضمر نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر حسن کے حوالے سے کروچے کے خیالات کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''جس طرح حسن سے مراد کیف و سرُور کا کمال و اِتمام ہے'اُسی طرح اس کی ناتمامی قبح ہے ۔حُسن حظ انگیز ہے کیونکہ یہ ذات کا کامیاب اظہار ہے۔قبح اذیت انگیز ہے کیونکہ یہ ناکام اظہارِ ذاتی ہے ۔ سچی جمالیاتی لذت (یا حظ) دوسری لذتوں سے مختلف ہوتی ہے ۔یہ فن کار کی وہ لذت ہے جو اُسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنے کام کو پہلی بار وجدانی طور پر دیکھتا ہے اور جب کہ اس کے تاثرات اظہار کے وسیلے سے صورت اختیار کر لیتے ہیں اور اس کا چہرہ خالقِ حقیقی کی اُلوہیتی خوشی کے ساتھ جگمگا اُٹھتا ہے۔''(۱۲)

ایم ایم شریف وحدت کو حسن کا ناگزیر عنصر قرار دیتے ہیں ۔ان کی رائے میں رنگ ہو یا نغمہ وہ اسی صورت میں دلکش ہوتا ہے اگر وحدت کی صفت کا حامل ہو۔ان کا کہنا ہے کہ حسن کی تخلیق میں ہماری کُل ذات شریک کار ہوتی ہے اور ہم ایک بچے کی طرح اپنے کُل کے ساتھ سوچتے اور تخلیقی عمل میں حصہ لیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں:

''میرے نزدیک جمال نام ہے اس ترکیب یا تعمیر یا تشکیل کی ایک مخصوص صفت کا جو ایک خاص قسم کے معروض اور موضوع کی ایک خاص حالت کے باہمی ربط سے پیدا ہوتی ہے ۔معروض میں اتحاد'ہم آہنگی'وزن'جنسی یا جماعتی نشان وغیرہ میں سے کوئی نہ کوئی خصوصیت لازماً ہونی چاہیے اور موضوع میں دیگر باتوں کے علاوہ ہیجانات کا توازن حرکی لازمی ہے۔''(۱۳)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے ایم ایم شریف کو نظریۂ وحدتِ جمال کا ایک شارح قرار دیا ہے۔(۱۴)

حُسن کا ایک اہم وصف مسرت پہنچانا بھی ہے۔کوئی تصویر دیکھ کر یا گانا سُن کر ہمیں جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ظاہری حواس پر مبنی ہے اور اگر اس کا خارجی پہلو باقی نہ رہے تو مسرت کا وجود بھی باقی نہیں رہتا لیکن جس جمالیاتی مسرت کا تعلق ادبیات سے ہے وہ اُن سمعی یا بصری علامات کے سوا جو خیالات کو آنکھوں یا کانوں تک پہنچادیں اور کسی خارجی تحریک پر مبنی نہیں ہوتی ۔وہ مسرت جو دوسرے لوگوں کے خیالات کے ذریعے یا خود ہمارے حافظہ اور تخیل کے ذریعے جذبات و حسیات کو متاثر کر کے پیدا ہوتی ہے''جمالیاتی ''مسرت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ایسی مسرت خارجی اور مادی تحریک سے مبرّا ہوتی ہے اور جو فرد ایسی مسرت سے لطف اندوز ہوتا ہے وہ مسرت خود اس کی ملکیت ہے ۔ الغرض جمالیات، سیاسیات اور اخلاقیات سمیت مختلف موضوعات کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قرآن مجید:سجدہ۳۲:۷۔

۲۔ قرآن مجید:التغابن۶۴:۳۔

۳۔ قرآن مجید:النور۲۴:۳۵۔

۴۔ قرآن مجید:التین ۹۵:۴۔

۵۔ نصیر احمد ناصر،ڈاکٹر:تاریخ جمالیات،جلد اوّل،لاہور:فیروز سنز،۱۹۹۰ء،ص۴۳،۴۴۔

۶۔ ممتاز حسین،سید:تنقیدی گوشے،آزاد کتاب گھر دلّی،۱۹۶۴ء،ص۱۹۶۔

۷۔ ممتاز حسین،سید:تنقیدی گوشے،ص۱۹۷۔

۸۔ ممتاز حسین، سید: تنقیدی گوشے، ص۲۰۶۔

9. Bibliography: John Haldane, entry in A Companion to Aesthetics, ed. David Cooper, Blackwell, 1992, 1995,Page9.

10. Critique of Judgment, by Immanuel Kant,Translated by Werner s Pluhar,Hackett publishing company,Inc,Indiana,U.S.A,1987,Pagelxvii.

۱۱۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر: تاریخ جمالیات'' جلد دوم، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۰ء، ص۶۹۔

۱۲۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر: تاریخ جمالیات، جلد دوم، ص۴۱۴۔

۱۳۔ میاں محمد شریف: جمالیات کے تین نظریے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، ص۱۸۷۔

۱۴۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر: تاریخ جمالیات، جلد دوم، ص۱۸۔